ISSN:3007-3324 (P) Tashkeel-e-Jadeed Volume:2, Issue:1 July to December, 2024
ISSN-3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

☆ڈاکٹر محمد عامر اقبال

فراق گورکھپوری کی اقبال فہمی: تحقیدی مطالعہ

Firaq Gorakhpuri's Understanding of Iqbal: A Research Study

Abstract

Firaq Gorakhpuri gained fame in the field of romantic poetry. His imagination was strong, mood was soft, and tone was beautiful. In his words, similes, metaphors and interpretations are often miraculous. Firaq's poetry is popular in life itself. The effects of his poetry gradually appear on the mood of the reader. Firaq could not be distinguished in the field of research and criticism. His criticism of Iqbal's thought is not only unbalanced but also has an element of contempt. Iqbal's appreciation of India and its inhabitants, no other poet could express such pain and such sincerity. His opinion regarding Iqbal never seemed balanced. Iqbal helped Josh Malihabadi a lot, but Josh acted with malice against Iqbal in one of his interviews. Josh did not realize the complexities of his own themes and ideas. Josh's poems are deeply thought-provoking. Firaq also forbade Josh from opposing Iqbal by writing a long letter. In terms of criticism, Firaq's objections proved frivolous and lost their impact.

Keywords: Experiences, Interpretations, Iqbal thought, Criticism, Frivolity, Ridicule.

فراق گورکھپوری نے عشقیہ شاعری کے میدان میں شہرت حاصل کی۔ان کا تخیل توانا، مزاج نرم اور لہجہ شگفتہ تھا۔ان کے کلام میں تشبیہات، استعارات اور تعبیرات کی معجز نمائی بہ کثرت دکھائی دیتی ہے۔زندگی میں ہی فراق کی شاعری کو مقبولیت نصیب ہوئی۔فراق کی شاعری کے اثرات قاری کے مزاج پر رفتہ رفتہ نمودار ہوتے ہیں۔ تحقیق اور تنقید کے میدان میں فراق پزیرائی نہ پاسکے۔فکرِ اقبال پر ان کی تنقید غیر متوازن ہی نہیں بلکہ اس میں تحقیر کا عنصر بھی نظر آتا ہے۔اقبال نے ہندوستان اور وہاں کے رہنے والوں کی جو تعریف کی ہے کوئی بھی شاعر اس طرح کی دردمندی اور ایسے خلوص کا اظہار نہ کر سکا۔فراق کبھی اقبال کے فکر و فلسفہ اور شاعری کی بہت تعریف کرتے دکھائی دیتے ہیں اور کبھی ایسے جملے ادا کرتے ہیں کہ تحقیق و تنقید کے اصول بھی شرمندہ ہو جائیں۔فراق کی قدر و منزلت مکان کی حدود سے بالاتر ضرور ہے مگر فکرِ اقبال پر ان کی تنقید لاحاصل بحث کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔اقبال نے جوش ملیح آبادی کی بہت مدد فرمائی مگر جوش نے اپنے ایک انٹرویو میں اقبال کے خلاف بغض ہی سے کام لیا۔جوش کو اپنے ہی موضوعات اور

☆اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف سیال کوٹ amir.iqbal@uskt.edu.pk

نظریات کے پیچ وخم کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ جوش کی نظمیں خیال کی گہرائی سے بھی ناپید دکھائی دیتی ہیں۔ فراق نے ایک طویل خط لکھ کر جوش کو اقبال کی مخالفت سے بھی منع فرمایا تھا۔ تنقید کے حوالہ سے فراق کے اعتراضات غیر سنجیدہ ثابت ہوئے اور اپنا تاثر بھی کھو بیٹھے۔

رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری 28 اگست 1896 کو گورکھ پرساد عبرتؔ کے گھر تحصیل بانس گاؤں ضلع گورکھ پور، ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کی تعلیم گورکھپور سے حاصل کی پھر ایف۔اے اور بی۔اے کا امتحان الہ آباد سے پاس کیا۔1919۔1920 میں ڈپٹی کلکٹر کے لیے نامزد ہوئے مگر کانگرس کی سرگرمیوں میں متحرک تھے۔1920 میں گرفتار ہوئے اور ڈیڑھ سال کی سزا کے ساتھ پانچ سو روپے جرمانہ کی سزا بھی ملی۔ کانگرس کے انڈر سیکرٹری رہے۔ لکھنؤ اور کان پور کالجوں میں پڑھاتے بھی رہے۔1930 میں آگرہ یونیورسٹی سے انگریزی میں ایم۔اے کیا۔ پھر 1958 تک الہ آباد یونیورسٹی میں انگریزی کے لیکچرار رہے۔1960 تک نیشنل ریسرچ پروفیسر بھی رہے۔ 1914 کشوری دیوی کے ساتھ شادی کے بندھن میں بندھے جن سے تین بیٹیاں بیشا، پربھا، پریما اور ایک بیٹا گووند سہائے پیدا ہوئے۔ فراق نے 3 مارچ 1982 کو دہلی میں وفات پائی۔ فراق گورکھپوری نے شاعری میں نام کمایا۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جو شاعری کے علاوہ دیگر نثری موضوعات پر مشتمل ہیں۔ آپ کی تصانیف درج ذیل عنوانات کے تحت منظرِ عام پر موجود ہیں۔

منظوم تصانیف: گلِ نغمہ (کلیاتِ فراق کا پہلا حصہ)، روحِ کائنات (مجموعہ نظم و رباعیات)، رمز و کنایات، روپ، غزلستاں، شبنمستاں، شعرستاں، گلبانگ، کاریاں (تضمینات) آپ کا منظوم انتخاب بھی موجود ہے جس کی فہرست اس طرح سامنے آتی ہے۔ شعلۂ ساز، مشعل، دھرتی کی کروٹ، پچھلی رات، نغمہ نما، ہزار داستاں، انتخاب کلام فراق، گلہائے پریشاں، انتخاب غزلیاتِ فراق، دیوانِ فراق۔

فراق کے تراجم بھی سامنے آتے ہیں جن کے عنوانات کچھ اس طرح ہیں۔ انار کلی (ٹیگور)، ایک سو ایک نظمیں (ٹیگور)، گیتا نجلی (ٹیگور)، ہیملٹ (شیکسپیئر)، سادھو کی کٹیا (انگریزی ناول کا ترجمہ)۔ فراق کی نثری تصانیف کے عنوانات کچھ اس طرح سامنے آتے ہیں۔ اردو کی عشقیہ شاعری (1939)، اندازے (1944)، حاشیے (س ن)، اردو غزل گوئی (1955)، ہمارا سب سے بڑا دشمن (س ن)، خطوط: من آنم (1962)۔ فراق نے دوسری زبانوں میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ان کاوشوں کے نتائج اس طرح سامنے آتے ہیں۔ اردو بھاشا اور ساہتیہ (ہندی زبان میں)، (A Garden of Essays)، (The making of a poet)، (Reading and Reflection)۔ اس کے علاوہ ادب کے افق پر فراق گورکھپوری کے اردو، ہندی اور انگریزی زبان میں بہت سے شائع شدہ اور غیر شائع شدہ مضامین، تبصرے، تقریریں اور انٹرویوز موجود ہیں جن کے تحقیدی نتائج سے علم و ادب کی راہیں کشادہ ہو سکتی ہیں۔

فراق گورکھپوری کو ہندوستان کے اعلیٰ اعزازات اور انعامات سے بھی نوازا گیا۔ انھیں 1961 میں ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ، 1961 ہی میں حکومت اتر پردیش کی جانب سے ایوارڈ، 1968 میں سوویت بھومی نہرو ایوارڈ، 1968 میں ہی پدم بھوشن، 1970 میں گیان پیٹھ ایوارڈ، 1970 ہی میں ساہتیہ اکیڈمی فیلو ایوارڈ اور 1981 میں غالب ایوارڈ سے نوازا گیا۔ آپ زندگی کے خوشگوار اور ناگوار حالات و تجربات کے جمالیاتی احساس کو حاصل کرنا شاعری کا اہم ترین مقصد قرار دیتے تھے۔ آپ نے زندگی کے پاکیزہ محرکات کو، وہ قومی ہوں یا عالمی، انہیں گویائی عطا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے ہندوستانی رواج کے مزاج کو اپنی شاعری میں نہایت کامیابی سے سمویا۔ رات کی کیفیات اور رمزیت جس طرح فراق کے اشعار میں فضا باندھتی دکھائی دیتی

ہے وہ انداز کسی دوسرے کو شاید ہی نصیب ہوا ہو۔ اشاریت بھی آپ کے اشعار کا حسین زیور بن کر سامنے دکھائی دیتا ہے۔ فراق وہ شاعر ہے جس نے عشقیہ شاعری کو سطحیت سے آزاد کیا۔ اسے اوچھے پن سے نکال کر زندگی کی اعلیٰ ترین اقدار کا تابع کر دیا۔ فراق کا عاشقانہ کلام یہ سوچنے کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے کہ جنس اپنی کثافتوں سے پاک ہو کر شعور اور کردار کا لطیف جزو بھی بن سکتا ہے۔ فراق نے اپنی عشقیہ شاعری کی بدولت شرافت اور صداقتِ جذبات کے پہلو پروان چڑھائے۔

فراق نے صوفیانہ انداز اختیار کیے بغیر مجازی دنیا کی پاکیزگی اور خیر و برکت کا احساس اپنی عشقیہ شاعری کا مقصود بنایا اور بیمار تخیل کو کبھی اپنی شاعری میں جگہ نہ دی۔ اردو شاعری میں مزاج اور لہجے کی نرمی نے باقاعدہ ایک تحریک کی صورت اختیار کی تو فراق نے بھی اس کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ اس لیے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ فراق کی شاعری کا مزاج سادہ اور لہجہ بہت نرم ہے۔ جوش ملیح آبادی کو چھوڑ کر فراق نے اپنی شاعری میں تشبیہات، استعارات اور تعبیرات کے زیادہ نمونے پیش کیے ہیں۔ فراق غزل کے شاعر تھے مگر انھوں نے دیگر اصناف میں بھی اپنے جوہر دکھائے ہیں۔ وہ خود کہتے تھے کہ انھوں نے ایک ہزار سے زائد غزلیات کہی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے مگر انھوں نے نظم، قطعہ اور سات سو سے بھی زائد رباعیات کہی ہیں۔ بہت ہی کم شاعر ہیں جنھیں ان کی زندگی میں ہی شہرت نصیب ہوئی ہے۔ ان میں مرزا خاں داغ اور فیض صاحب کا نام سر فہرست ہے۔ ڈاکٹر تقی عابدی نے فراق کو بھی اس فہرست میں شمار کرتے ہوئے لکھا ہے: فراق کا شمار اگرچہ اردو ادب کے بلند پایہ، صنف اول کے شعرا میں ہوتا ہے لیکن وہ ان خوش نصیب شاعروں میں شمار کیے جاتے ہیں جنھیں اپنی زندگی ہی میں مقبولیتِ عام بھی حاصل ہو چکی تھی۔"(1)

فراق گورکھپوری نے عشقیہ شاعری میں جو تجربات کیے ہیں ان کی بدولت انھیں انفرادیت بھی نصیب ہوئی۔ اس حوالہ سے ان کی تصانیف بھی قبلِ عام کے درجہ پر دکھائی دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ تنقید کے میدان میں بھی فراق کے نتائج تسلی بخش دکھائی دیتے ہیں۔ گوپی چند نارنگ نے فراق کے تنقیدی تجربات کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا:

> "فراق نے تنقید میں بھی ایسے نقوش چھوڑے جو برابر ان کی یاد دلاتے رہیں گے۔ "اندازے" کے مضامین میں انھوں نے کئی کلاسیکی شاعروں کی بازیافت کی اور اپنی تاثراتی تنقید کے ذریعے ان کی قدر سنجی میں اہم کردار ادا کیا"(2)

فراق کے لفظی نظام نے ان کی عشقیہ شاعری کے حسن کو انفرادی رنگ عطا کیا ہے۔ جوش ملیح آبادی کو جدید نظم کا علم بردار سمجھا جاتا ہے جبکہ فراق کو جدید غزل کا پیش رو کہہ کر ان کی عزت افزائی کی جاتی ہے۔ جوش کے الفاظ نے نظم کو کئی حوالوں سے مالا مال کیا تو فراق نے بھی غزل کی روایت کو صحیح طرح برتا ہے اور اس کے دامن کو وسعت بھی عطا کی ہے۔ جوش اور فراق دونوں کو حسن اور عشق کا شاعر سمجھا جاتا ہے مگر ساتھ ہی یہ بات بھی واضح ہے کہ جتنا عبور جوش کو الفاظ پر تھا اتنا فراق کو نہ تھا۔ جوش کے سامنے تو الفاظ ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے تھے۔ یہ نعمت فراق کو میسر نہ تھی۔ اس سب کے باوجود یہ بات قابلِ قدر ہے کہ:

> "رفتہ جوش حقیقت میں شبابیات کے شاعر ہیں۔ ان کے یہاں محبوب کے شباب کا بیان اس انداز سے ہوتا ہے کہ دل و دماغ پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ جوش کے ہاں حُسن کا ایک پَر تو ہی ہوش اڑا دیتا

ہے۔اس کے برعکس فراق کے اشعار کا اثر رفتہ ہوتا ہے"(۳)

رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری الہ آباد یونیورسٹی میں انگریزی کے استاد رہے لیکن اردو شعر وادب سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ ان کا شمار اردو کے ممتاز شاعروں اور تنقید لکھنے والوں میں ہوتا ہے۔ اقبال کے بارے میں کہیں تو ان کی طرف سے اعتراف نظر سے گزرتا ہے اور کہیں اختلاف۔

اردو زبان کے فروغ میں ہندو اور اسلامی تہذیب دونوں نے اہم کردار ادا کیا۔ اس وجہ سے فراق کو خراج تحسین پیش کیا جانا چاہیے۔ نوع بشر کے احترام کے حوالہ سے تو فراق قابل تحسین ہیں مگر اقبال کے حوالہ سے فراق نے جو تنقید کی ہے وہ غیر متوازن ہے اور اس میں تحقیر کا پہلو نمایاں ہے۔ اقبال نے اپنے کلام میں مسلسل احترامِ آدمیت کا پیغام دیا ہے۔ انسان کی عظمت کا جو اعتراف اقبال کے یہاں پایا جاتا ہے، فراق کی پوری شاعری میں انسانی عظمت کا ایسا اعتراف دکھائی نہیں دیتا۔

فراق کے نزدیک زبان و ادب کا کوئی فرق نہ تھا۔ آپ مسلک کی تفریق نہ رکھتے تھے۔ آپ کے نزدیک نظریہ و نکات یا نام و نسب سب بے معنی ہیں۔ یہ سب مباحث غیر مستحسن اور مسموم ہیں۔ ادب میں مسلم اور غیر مسلم کا فرق بھی نہیں ہونا چاہیے۔ ایسی تقسیم مال و دولت کے حصول کا مذموم وسیلہ ہے۔ اردو مذہبی مزاج سے بے نیاز جبکہ دیگر زبانیں مذہب کے بوجھ میں دبی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ فراق کی تنقید اور تنقیدی انداز سے ہر ایک کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ فراق اپنا مقصد یہ سمجھتے تھے کہ جو جمالیاتی، وجدانی، اضطراری اور مجمل اثرات قدما کے کلام سے ان کے کان تک پہنچے، دماغ، دل اور شعور کی گہرائی میں پڑے، انہیں بالکل ویسے ہی دوسروں تک پہنچانا چاہتا ہوں اور اس کا انداز بھی یہ رہے کہ ان اثرات میں زندگی کی حرارت اور تازگی قائم رہے۔ فراق کے نزدیک یہی اخلاقانہ تنقید تھی اور اسے زندہ تنقید کا نام بھی دیا جا سکتا ہے اور تاثرانہ تنقید بھی یہی ہے۔ فراق اقبال کی شعری عظمت کے قائل تو تھے مگر فکر و فلسفہ کی افادیت اور اس کی آفاقیت سے وہ خاص طور پر بیزار نظر آتے ہیں۔ یہ فراق کا عجیب رویہ ہے بڑے ڈھب سے باتیں بنانا ان کے لیے کسی کرتب بازی سے کم نہ تھا۔ ناقدین نے تو نشاندہی کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ متن سے حاصل مفاہیم میں تحریف و تصریف فراق کا شیوہ ہے۔ یہ بات انتہائی نامناسب ہے۔ فراق نے اقبال کی شخصیت کو تضاد اور تصادم سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اقبال ایک ہی وقت میں ہندوستان اور ملتِ اسلامیہ کے قائل تھے۔ فراق کے نزدیک ہندوستان پرستی عمدہ چیز ہے جبکہ اسلام پرستی عین فرقہ پرستی ہے۔ فراق ہندوستانی مسلمانوں کے معاملات سے جان بوجھ کر چشم پوشی اختیار کرتے تھے۔ اقبال کو ہندوستان سے بہت محبت تھی۔ آپ تمام عمر کسی بھی وقت ہندوستان کے معاملات سے غافل نہیں رہے۔ اپنی تصنیف " جاوید نامہ " میں " فلکِ زحل " پر ہندوستان اور ہندوستان کے رہنے والوں کی جو تعریف کی ہے، فراق کیا، ہندوستان کا کوئی بھی شاعر ایسی دردمندی اور ایسے خلوص کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اقبال دوسرے ادیان کا بھی احترام کرتے تھے۔ دوسروں کے مذہبی تصورات کی کبھی انہوں نے دل شکنی نہیں کی۔ پروفیسر عبدالحق کہتے ہیں:

> "اقبال کے ان ہی تصورات کے طفیل دوسرے مذاہب کے احترام اور عظمت کا اظہار ان کی وسعت نظر اور کشادہ قلبی کی دلیل ہے۔ انھوں نے ہندو مذاہب اور پیشوایان عقائد کو فکر و نظر میں جو مقام دیا ہے وہ کبھی کسی اور تخلیق کار کا شیوہ گفتار نہ بن سکا۔"(۳)

اقبال پر ہندو شاعروں اور ادیبوں نے خوب حملے کیے اور مذاق اڑایا۔ مفکر اور فلسفی ہونے کے باعث اقبال کا ذہن بہت کشادہ تھا۔ دل بھی بہت

وسیع رکھتے تھے۔ مگر ہندوستانی مفکرین نے اقبال کو نہ بخشا۔ مخالفین اپنی تحریروں میں ایسے ایسے نکتے اٹھاتے کہ پڑھنے والے بھی دنگ رہ جاتے۔ اس کے باوجود اقبال کی عظمت کا چراغ جلتا رہا۔ اقبال کے مخالفین میں فراق کا انداز تحریر تو بہت ہی سخت اور جارحانہ تھا۔ اس طرح فراق میں تخلیقی صلاحیتیں تو پروان چڑھتی گئیں مگر تنقید کے مردِ افگن وہ نہ بن سکے۔ فراق چونکہ استاد تھے اور استاد کا کام وضاحت کرنا اور تاثرات کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔ اس میں تنقید کا پہلو کم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فراق تنقید کا صحیح مطلب نہ سمجھ پائے۔

اقبال کا فکر و فلسفہ اپنے اندر علم و آگہی کی دنیا سمیٹے ہوئے ہے۔ جو بھی اقبال پر تنقید کے لیے قلم اٹھائے اسے پہلے اپنے علم پر غور کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس طرح وہ خود بھی بے نقاب ہو گا۔ فراق کا اپنا علم ہی ان سے گفتگو کے دوران عیاں ہو جاتا تھا۔ ان کے جملوں میں دوسروں کا تمسخر اور تضحیک کا پہلو نظر آتا تھا۔ اس طرح فراق سے فکری مقاصد کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ فراق نے اقبال کو بار بار ہندوستان پرست، ملت اسلامیہ پرست اور فرقہ پرست کہا۔ اقبال نے اپنی شاعری میں بہت سے ہندوستانی ماہرین کا ذکر احترام سے کیا ہے ان کے نام سے نظمیں بھی کہی ہیں مگر فراق نے حضرت محمد ﷺ کی شان میں کہیں کوئی نکتہ بھی نہیں کہا۔ فراق نے اقبال پر طنز کیا کہ وہ کسے مرد مومن ٹھہرائیں گے۔ پھر باقاعدہ نام بھی دیے ہیں۔ سرسید کو، اپنے آپ کو، مسلم لیگ کے لیڈروں کو، قائداعظم کو، مہاتما گاندھی کو، پنڈت نہرو کو یا کس کو؟

فراق کا کام عشقیہ شاعری تھا۔ اس طرح کی شاعری پر ان کی تنقید جیسی بھی تھی، مگر اقبال کے حوالے سے ان کی تنقید ایک محدود ذہن کی علامت ہے۔ انہوں نے صرف غلطیاں تلاش کرنے پر اپنا سر کھپایا ہے۔ اصلاح پر توجہ نہیں دی اور نہ ہی کوئی ایسی تنقید کی ہے جو فکر کے لیے کوئی مثبت کردار کی حامل ہو۔ فراق نے تنقیدی مبادیات میں بلاشبہ جدید انداز اختیار کیا۔ اپنی تصنیف "اندازے" میں بہت سے کلاسیکی شعرا کی بازیافت پر تنقید کا غلاف چڑھایا۔ اس طرح ان کی یہ تصنیف کلاسک کا درجہ حاصل کر گئی۔ گوپی چند نارنگ کو یہ تلاش رہی کہ فراق کے افسانے میں کہاں کا درد بھرا ہے؟ گوپی چند نارنگ نے فراق کے تنقیدی زاویوں کا تحقیدی مطالعہ کرنے کے بعد کہا کہ: "ناصر کاظمی کی زبردست مقبولیت سے جس نئی نظم کو فروغ حاصل ہوا، اس کا سیدھا سچا رشتہ میر تقی میر کی روایت کے واسطے سے فراق سے ہے۔"(۵)

فراق کی شاعری کا مطالعہ کریں تو یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہ ہو گا کہ ان کی قدر و منزلت مکان کی حدود سے بالاتر ہے۔ ان کے لہجے کی کھنک اور گھلاوٹ کا تاثر سامعین و قارئین کو ایسا متاثر کرتا تھا کہ شاعری کے موضوعات دلوں میں گھر کر جاتے تھے۔ فراق کی شاعری میں وطن کے لیے عظمت کے ترانے بھی ہیں اور سماجی مسائل کے موضوعات بھی۔ سماج کی بہتری کے لیے ہر شخص کوشاں رہتا ہے۔ شاعر ہوں یا نثر نگار، سب اپنے اپنے میدان میں یہ اخلاقی فریضہ انجام دیتے ہیں۔ فراق نے بھی اس پہلو پر اپنی بینش و دانش سے علم و خرد کے جوہر دکھائے ہیں۔

فراق کی نثری تحریروں کو یکجا کرنے اور شائع کرنے کا منصوبہ بھی سامنے آیا۔ فراق کا لکھا ہوا ہر لفظ اس اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس سے فراق کے ذہنی گوشوں کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔ کھوئے ہوئے کاغذات کا سراغ لگانا اور منظرِ عام پر لانا بہت ہی پیچیدگی کا باعث ہے۔ عبدالعزیز نے فراق کی نادر تحریروں کو جمع کیا اور "زاویے" کے عنوان سے فراق کے مضامین محفوظ کر لیے۔ ان تحریروں کے مطالعہ سے فراق کے شاعرانہ تصورات اور تحقیدی تفکرات کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ فراق کے محققانہ و نقادانہ تدبرات قابلِ تحسین سہی مگر یہ بات واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ ہر اہم ترین مقام جہاں اقبال کا ذکر کھلے الفاظ میں ہونا لازم تھا وہاں بھی فراق نے فکرِ اقبال کے توسیعی تبصرہ سے اجتناب برتا ہے۔ نامور شعرا کرام ہوں یا معتبر نثر نگار

ہوں، فراق نے ذکرِ اقبال سے گریز ہی کیا ہے۔ کہیں ایک آدھ جگہ جہاں اقبال کا ذکر ناگزیر ہو گیا ہو، وہاں اقبال کا نام دکھائی دیتا ہے وہ بھی محض خانہ پُری کے لیے۔ مختصر لب و لہجے کا نمونہ اس صورت میں سامنے آتا ہے کہ لکھتے ہیں: "ادھر امیر و داغ کا طوطی بول رہا تھا اور حالی کا مد و جزر، اقبال کا شکوہ، جواب شکوہ، ابھی ان چہچہوں میں کھوئے ہوئے تھے۔"(٦)

فراق کا دور اقبال کے بعد آیا۔ اس دور میں مشرق اور مغرب کے فکری فاصلے کم ہو چکے تھے۔ اقبال نے اپنے فکر و فن سے اپنے افکار کو تازگی فراہم کی۔ اقبال کے بعد آنے والے کسی بھی شاعر نے اقبال کے مقابلے میں ایک قدم بھی آگے نہ رکھا۔ جو بھی نیا شاعر کہلایا اس نے میر کی پیروی کرتے ہوئے قدیم اندازِ سخن کا خیر مقدم کیا۔ فراق متنوع موضوعات کے شاعر ہرگز نہ تھے۔ اس لیے اقبال کا سا اندازِ فکر و سخن کہاں سے لاتے۔ فراق کی زیادہ تر نظموں کو سپاٹ اور پھیکا سمجھا جاتا ہے۔ فراق غزل کے محدود موضوع سے باہر جانے کی صلاحیت ہی نہ رکھتے تھے۔ فراق گورکھپوری کے بارے میں جگن ناتھ آزاد کی رائے تو بالکل ہی مختلف دکھائی دیتی ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: "کیا فراق صاحب نے اقبال کا کلام پڑھا؟ اقبال کا اردو کلام یا فارسی کلام؟ کیونکہ جب وہ اقبال پر بولتے ہیں تو سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا کی مثالوں سے آگے نہیں بڑھتے۔"(٧)

فراق کے یہاں الفاظ بھی جذبہ اور خیال کا ساتھ دیتے دکھائی نہیں دیتے۔ ایسا شاعر اقبال جیسے مفکر، دانائے راز اور حکیم الامت کی ہم سری یا ہم عصری کا دعویدار کیسے ہو سکتا ہے؟ فراق کے کلام پر اپنی رائے کا اظہار کرنے والوں کی نگاہیں پہلے فکرِ اقبال پر منجمد ہو جاتی ہیں۔ فراق کو جو طلسماتی شہرت نصیب ہوئی وہ حیران کن ہے۔ لوگوں کی نظر میں اقبال کے بعد کوئی بھی غزل گو اور عظیم شاعر پیدا نہ ہو سکا۔ اقبال کا اپنا ایک تفکر و تدبر تھا۔ اقبال نے اپنے فکر و فن کا استعمال بے مثال انداز سے کیا۔ اقبال کی سنجیدگی اور متانت ان ذہنوں کے لیے بے پناہ کشش رکھتی تھی جو پختہ ہو چکے تھے۔ تلاش و جستجو کے باوجود اقبال کا مقابل دکھائی نہیں دیتا۔ اس لیے اقبال کے ساتھ فراق کا موازنہ معتبر نتائج کا حامل نہ ہو گا۔ ہاں یہ بات ضرور سامنے آتی ہے کہ:

> "فراق کا شمار اس دور کے ان اردو شعرا میں کیا جاتا ہے جن میں اچھائی اور عظمت کے آثار بہ درجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ فراق نہ تو فلسفی و مفکر ہیں اور نہ مذہبی مبلغ اور اخلاقی مصلح، ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے یہاں ایک مفکرانہ شان پائی جاتی ہے اور کشودِ کار کی ایک کوشش ضرور ہے۔ لیکن ہمارے لیے بہتر یہ ہے کہ ہم فراق کا مطالعہ شاعرانہ نقطۂ نظر سے کریں اور ان کا منصب اور مرتبہ ایک اچھے شاعر کی حیثیت سے متعین کریں۔"(٨)

فراق کے اقبالیاتی تصور کو کچھ ناقدین نے فکرِ اقبال کے مماثل بھی کہا ہے۔ فراق نے عاشقِ ارضِ پاک کو دعوتِ لامکاں دینے سے منع بھی فرمایا ہے۔ اقبال بھی وطن سے محبت کے اپنے مؤقف پر ہمیشہ قائم رہے اور اتحاد و اتفاق کے نغمے گنگناتے رہے۔ دونوں کی فکری ہم آہنگی کا اعتراف کرتے ہوئے ماہرین نے جو کچھ کہا ہے وہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ تحقیدی مطالعہ کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ: "یہی وہ نہجِ فکر ہے جس کے سبب ان کے یہاں اقبال کی طرح سماج اہم ہے۔"(٩)

اقبال کے حوالہ سے فراق کی رائے کبھی متوازن نہیں رہی۔ کہیں تو اقبال کے فکر و فلسفہ اور شاعری کے حوالے سے آسمان پر چڑھا دیتے ہیں اور کہیں فکرِ اقبال کو تنقید کی بھٹی میں جھونک دیتے ہیں۔ آپ نے اکثر اقبال کے حوالے سے تلخ رائے کا اظہار کیا۔ آپ کے سامنے اگر کسی بھی عظیم شخصیت کا ذکر کیا جاتا تو انہیں ناگوار ہی گزرتا تھا۔ وہ کسی بھی بڑی شخصیت کا نام سننا پسند نہ کرتے تھے۔ اقبال کے بارے میں انہیں یہ بھی کہتے سنا کہ: "اقبال

پر اتنا لکھا جا رہا ہے کہ شاید ہی کسی دوسرے شاعر پر لکھا جائے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ظالم میں آفاقیت تو تھی لیکن تضاد بہت ہے۔"(۱۰)

جوش ملیح آبادی کے قادرالکلام شاعر ہونے پر کسی کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ شاعری میں ان کی بے باکی بھی عیاں ہے۔ نظیر اکبر آبادی کی طرح جوش نے بھی حیات و کائنات کے مختلف مناظر سے دلچسپی کا اظہار کیا ہے مگر ان کا جمالیاتی حسن نظیر سے بھی زیادہ لطیف ہے اور باقاعدہ تربیت یافتہ ماحول کی پیداوار نظر آتا ہے۔ مگر دیکھا جائے تو یہ بات نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ انہیں ایک بات کو بار بار دہرانے، ایک پھول کے مضمون کو سو رنگ سے نہیں بلکہ سو لفظوں میں دہرانے کا شوق بے حد تھا جو ان کا مرض کہا جانا چاہیے۔ لفظ ان کے سامنے رقص کرتے نظر آتے تھے تو پھر یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ انہوں نے لفظوں کو برتا بھی رقاصہ کی طرح ہے۔ لفظ آرائی کا یہ کاروبار انفرادیت کا حامل تو ہے مگر الفاظ کی پیوند کاری قابلِ ستائش نہیں ہے۔ مناسب اور غیر مناسب الفاظ کا انتخاب لفظی نظام کو مربوط کرتا ہے۔ اگر جوش کی نظم "جنگل کی شہزادی" کا مطالعہ کیا جائے تو بہت سے غیر مناسب صفاتی الفاظ نظر سے گزرتے ہیں۔

جوش کو اپنے ہی موضوعات اور نظریات کے پیچ و خم کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ ایک وقت میں کسی سے سن کر جو بات کہتے دوسرے وقت میں اس سے بالکل الٹ بات کہہ دیتے تھے۔ کچھ ناقدین نے جوش کی نظموں کو خیال کی گہرائی سے بھی ناپید قرار دیا ہے۔ انہیں شعریت سے بھی عاری کہا ہے۔ ہنگامۂ انقلاب کی ترجمانی کا انہیں زعم تھا۔ اس لیے اکثر بدحواس ہو جاتے تھے۔ جوش کی تشبیہات اور استعاروں کو بھی آرائشِ کلام نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی وہ مفہوم کی وسعت کا باعث ہیں بلکہ اصل مقصود بن جاتے ہیں۔ ان میں حدِ اعتدال بھی نہیں ہے۔ اقبال کے بارے میں جوش کے نظریات نامناسب حد تک منفی تھے۔ اقبال کے موضوعات اور ان کے مناسبات کی بے کرانی ایک مجموعۂ استعجاب اور کاغذ و قلم کے معجزہ کی مانند ہے۔ سنجیدہ قاری کو زندہ رود کی طرح تخلیق کے ان گنت امکانات اور عالمِ حیرت سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ تکثیریت و وسعتِ بیان کے لیے تعبیر و تشریح کے جہانِ امکان سے آشنا کرتی ہے۔ ہم اقبال کے پردۂ وجود میں پنہاں، کارگہِ فکر کے انکشاف یا رسائی کے لیے سعی کرتے رہتے ہیں کہ چشمہ برآمد ہو اور ہم سرخرو بھی ہوں اور سیراب بھی ہوتے رہیں۔ اقبال نے جوش کی نظم نگاری پر ایسی کوئی تنقید نہیں کی جس سے جوش کی توقیر و تنویر میں کمی آتی ہو۔ اس کے برعکس اقبال نے جوش کی تعریف میں خطوط لکھے۔ لاہور سے 14 جنوری 1924 کو مہاراجہ کشن پرشاد کو خط لکھ کر جوش کی سفارش کرتے ہوئے اقبال نے لکھا:

> "یہ خط شبیر حسن صاحب جوش ملیح آبادی لکھنوی کی معرفی کے لیے لکھتا ہوں۔ یہ نوجوان نہایت قابل اور ہونہار شاعر ہے۔ میں نے ان کی تصانیف کو ہمیشہ دلچسپی سے پڑھا ہے۔ اس خداداد قابلیت کے علاوہ لکھنو کے ایک معزز خاندان سے ہیں جو اثر و رسوخ کے ساتھ لٹریری شہرت بھی رکھتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ سرکار ان کے حال پر نظر عنایت فرمائیں گے اور اگر ان کو کسی امر میں سرکارِ عالی کے کسی مشورے کی ضرورت ہو گی تو اس سے دریغ نہ فرمائیں گے۔ سرکارِ والا کی شرفا پروری پر اس درخواست کی جرأت کی گئی ہے۔"(۱۱)

جوش اس بات کے معترف تھے کہ اقبال نے ان کی شاعری کے لیے اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اقبال نے جوش کی تعریف کرتے ہوئے بخل سے کام نہیں لیا جو اقبال کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اقبال خود بھی نوائے پریشاں کی شاعری سے گریز کرتے تھے۔ وہ جہاں داری کے بھی محرمِ راز تھے۔ انھوں نے ملکی اور بین الاقوامی صوتِ حال اور سیاسی کشاکشوں کے دل دوز تذکرے سے اردو کو روشناس کرایا اور شعری اظہار کو عالم گیر مسائل کا

متحمل قرار دیا۔ ان کا یہ انداز دیکھ کر بہت سوں کے دل میں یہ کہنے کی جرأت پیدا ہوئی کہ شاعری کا یہ قبلہ باعثِ طواف ہے۔ جوش نے بھی اپنی شاعرانہ صفت کو باوضو کیا اور اقبال کی راہ پر گامزن ہوئے۔

اقبال نے جوش ملیح آبادی کی تعریف کرتے ہوئے انہیں ﷺ اور ٹیگور کی پیروی ترک کرنے کا مشورہ بھی دیا تھا اور تھپک تھپک کر سلانے کے عوض ایسی فکر اختیار کرنے کی تلقین فرمائی جو بیداری کی طرف مائل کرتی ہو۔ مگر اس زمانے میں جوش کے خیالات کی پرواز مختلف تھی۔ جوش کی طبیعت اور مزاج پر تصوف کا غلبہ تھا۔ اس وقت تو اقبال کی نصیحت نے کوئی کام نہ کیا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جوش کی سوچ کا دھارا بدلتا دکھائی دیتا ہے۔ تصوف کی راہ چھوڑ کر سیاسی شاعری کی راہوں پر گامزن ہوئے اور ساتھ ہی اقوال، روایات اور عقائد پروان چڑھانا شروع کر دیے۔ جوش نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ جس تصوف اور مابعد طبیعات سے اقبال نے گریز کی نصیحت فرمائی تھی خود اس پر ''حرکی'' کا غلاف چڑھایا اور عقل کو ''بولہب'' اور عشق کو ''مصطفیٰ'' کا خطاب دے دیا۔ جوش کا کہنا تھا کہ:

> "چوں کہ وہ اعلیٰ درجے کے پڑھے لکھے اور بلا کے ذہین انسان تھے اس لیے شروع شروع میں انہوں نے مغرب کے الحاد اور مشرق کے مابین مصالحت کی بڑے خلوص کے ساتھ کوشش کی۔ لیکن جب ان کی سعی مشکور نہیں ہوئی تو انہوں نے ''نٹشے'' کے ''مافوق البشر'' کو مشرف بہ اسلام کر کے ''شاہین بچہ'' بنا دیا۔ قرآن کے مردود لفظِ ''عشق'' کو آسمان پر چڑھا کر اسے تمام انسانی شرف کا مرکز تسلیم کیا اور قرآن کے محبوب لفظِ ''عقل'' کو خاک میں ملا کر اس کو تمام مفاسد کا سرچشمہ ٹھہرا دیا۔ اور میں چیخ اٹھا۔" (۱۲)

اقبال ہر قاری کے دل میں اتر جاتے تھے۔ وہ چاہتے یہ تھے کہ سوز و سازِ فکر کو بروئے کار لا کر مطالعہ کیا جائے ورنہ اپنے ہی شورش میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو گا۔ اقبال کی حکیمانہ عظمت نے کرۂ ارض کی بے کراں وسعتوں کو عبور کیا ہے۔ اقبال پر اعتراض کرنے والے کم مائیگی کے قبیلے میں پناہ حاصل نہ کر سکے۔ جو لوگ اقبال کے تصورات سے اتفاق نہیں کرتے وہ شاعری کی سحر آفرینی کے جنگل میں قید ہو کر رہ گئے۔ اقبال نے فکر و فن کا قندیل روشن کیا۔ اس اثر آفریں فکر سے کسبِ نور کیے بغیر یہ ممکن نہیں کہ وہ فہم و فراست اور بصیرت کے اعلیٰ رتبے پر قائم ہو سکے۔ اقبال شناس اپنے مشاہدے کے سبب صفِ اول کے شعرا کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: "حفیظ ہوں یا جوش، فیض ہوں یا فراق ان سب کی عظمتوں کا چراغ اقبال سے نسبت رکھتا ہے۔ (۱۳)

اس قدر عزت افزائی کے باوجود جوش نے اقبال کو تنقید کا نشانہ بنایا اور فراق گورکھپوری نے بھی عجیب و غریب تفکرات کو فروغ دیا۔ ان کے خطوط میں حیرت انگیز خطیبانہ رنگ دکھائی دیتا ہے۔ اپنے خطوط میں حالیؔ کو نرم دل کہا اور اس سادگی کی آڑ میں یہ بھی کہہ دیا کہ گہرا یا بلند تفکر یا فلسفیانہ دماغ ان کے یہاں نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی رخ بدلتے ہیں اور اعتراف کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ یہ چیزیں اقبال کے یہاں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں مگر ساتھ ہی بدنصیبی کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اقبال کے یہاں جنگجوئی کا جذبہ بھی ملتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ جاتے ہیں کہ: "طاقت یا قوت خواہ کسی طرح کی بھی ہو اس کے لیے ایک اندھی پرستش بھی اقبال کے یہاں دیکھنے کو ملتی ہے۔" (۱۴)

فراق گورکھپوری حالیؔ اور اقبال کو ہندوؤں کی بھی ملکیت سمجھتے تھے اور ٹیگور اور پریم چند کو مسلمانوں کی بھی ملکیت قرار دیتے تھے مگر طاقت اور

قوت کے فلسفہ سے بالکل انجان تھے۔ وہ صرف شاعری کے عشقیہ رنگ میں مست رہ کر زندگی کی حقیقت سے دل لگی کرتے تھے۔ انھیں اقبال کے فکر و فلسفہ سے کوئی دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ انہیں کیا معلوم کہ اقبال سچائی کے مقابلہ میں طاقت کو زیادہ الہامی سمجھتے تھے۔ طاقت ور انسان ہی ماحول کی تخلیق کرتا ہے اور خود کو ماحول میں ڈھالنے والا کمزور ہوتا ہے۔ اقبال اس فلسفہ کے خالق ہیں جس کے مطابق طاقت جب جھوٹ کو چھوتی ہے تو یہ سچائی میں بدل جاتا ہے۔ اقبال یہاں تک کہتے ہیں کہ: "تہذیب ایک طاقت ور انسان کی فکر ہے۔"(۱۵)

شعرا کے سلسلے میں اقبال پر فراق گورکھپوری کی رائے بھی کچھ زیادہ اچھی نہ تھی۔ اقبال نے ہمیشہ قومی وحدت کی بات کہی ہے۔ آپ انسانیت کے سب سے بڑے علم بردار نظر آتے ہیں۔ مگر فراق گورکھپوری نے انہیں "ملّیّت زدہ" جیسے القاب دیے۔ ان کے نزدیک ہندوستان کا جمہوری نظام انسانی مساوات اور وحدتِ انسانیت پر مبنی ہے۔ وہ اس خیال کا اظہار کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں کہ سامراجی قوتوں کی تخریبی کاوشوں کی بدولت مسلم فرقہ ورانہ جذبات اور محرکات تنگ نظر ہندوؤں کے اندر ہندو فرقہ پرستی اور وطن پرستی کی شکل بھی اختیار کرنے لگے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحت مندانہ اور متحد قوم پرستی کے جھٹکوں سے اقبال کی انسان دوستی کے پاؤں ڈگمگا گئے۔ ان کے نزدیک یہ وہ مرحلہ ہے جب اقبال وطنیت کو ایک شیطانی قوت سمجھنے لگے تھے۔

فراق نے فکرِ اقبال سے کچھ حاصل کرنے کی کبھی کوئی کوشش ہی نہیں کی۔ شاید کبھی اقبال کے فکر سے متعلق کوئی کتاب انہیں چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔ اقبال حب الوطنی کو بت پرستی کی لطیف صورت کہتے تھے۔ اقبال کے نزدیک حب الوطنی ایک مادی شے ہے جسے معبود کا درجہ عطا کر دیا گیا۔ اپنے مؤقف کی دلیل کے لیے اقبال مختلف اقوام کے وطن پرستانہ ترانوں کا ذکر بہ طور تصدیق کرتے ہیں۔ اسلام نے بت پرستی کی کسی صورت کو برداشت نہیں کیا۔ بت پرستی کی تمام صورتوں کے خلاف احتجاج کرنا ہمارا ازلی اور ابدی نصب العین ہے۔ اس حقیقت کی طرف پر اسرار اشارہ کی نشاندہی کرتے ہوئے اقبال نے کہا: "پیغمبر اسلامؐ کا عروج اور وصال ایسے مقام پر ہوا جو ان کی جاے پیدائش نہ تھا۔"(۱۶)

فراق گورکھپوری کو اقبال کے اس نعرۂ مستانہ سے بہت چڑ نظر آتی ہے جس میں اقبال نے مسلمان ہونے اور سارا جہان ہمارا ہونے کا پیغام دیا تھا۔ اس فکر و فلسفہ نے اقبال کو شاعرِ رنگیں نوا بنا دیا مگر فراق کے اوسان خطا ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک کسی حیثیت سے دنیا کے مسلمان سارے جہان کو اپنا وطن بنانا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ تمام ملکوں میں گھس بیٹھ کر، انہیں فتح کر کے اور ان کے قائم شدہ حکومتوں سے بغاوت کر کے یا کسی اور طریقے سے۔ اقبال نے نظم "لینن (خدا کے حضور)" میں انتہائی بالغ نظری اور بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کا فکر و فلسفہ کسی عاشق مزاج یا الجھے خیالات کا حامل کیسے سمجھ سکتا ہے۔ اس فہرست میں جہاں لینن کو خدا کے حضور پیش کیا گیا ہے وہاں ساتھ ہی "فرشتوں کا گیت" اور "فرمانِ خداوندی فرشتوں کے نام" بھی نظر میں رہے۔ ان منظومات میں اقبال کی سوچ کا دریا خاص ہی انداز سے بہتا دکھائی دیتا ہے۔ اقبال نے لینن کے تفکرات کو فکر و فلسفہ کی خاص بھٹی میں تپایا ہے اور اس کے نتائج سامنے آنے پر لینن کو خدا کے حضور پیش کیا ہے۔ لینن کی خدا سے گفتگو فکرِ اقبال کی گہرائی کا مظہر ہے۔ اس نظم کا لفظی نظام، تدبرات، اشارات اور استفہامات اقبال کی فنی معراج ہے۔ استعماری نظام نے پوری دنیا کے انسانوں کو بری طرح نقصان پہنچایا ہے۔ ہر نگاہ خدا کی طرف ہے کہ ظلم و ستم کا ہر وہ نظام جو مظلوم کا ہم درد نہیں ہے بلکہ جس میں ظالم کے ہاتھ مضبوط کیے جاتے ہیں، وہ نظام کب ختم ہو گا۔ نظم "لینن (خدا کے حضور)" کا مقصد فراق گورکھپوری کو کسی بھی طرح سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نظم کے حوالے سے وہ یہ کہتے ہیں: "اقبال کی وہ نظم جس میں لینن کو اسلامی

خدا کے سامنے پیش کیا گیا ہے اس امر کی لڑکھڑاتی زبان کی غمازی کر رہی ہے اور اس نظم کے فکریات، تضاد و تصادم کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔"(۱۷)

فراق گورکھپوری ہندو فلسفہ یا ہندو دھرم کے دائرے سے کبھی باہر نہ نکل سکے۔ وہ ہی کیا اردو زبان و ادب کے معتبر ترین ادیب بھی اپنے مذہبی تفکرات سے باہر نہ نکل سکے۔ اس تعصب نے تو منشی پریم چند تک کو اپنے حصار میں جکڑ رکھا تھا۔ عمر کے آخری حصہ میں تو یہ تعصب اور بھی بڑھ گیا تھا۔ اقبال نے جو انداز اختیار کیا تھا اس میں نہ تو کہیں مذہبی تعصب ہے اور نہ ہی فسادات۔ ایک نصب العین ہے جو خدا نے سونپ رکھا ہے۔ فکرِ اقبال کے تمام راستے اس خدا ہی کی طرف جاتے ہیں۔ اقبال نے صرف اس رب کی بندگی کا پیغام دیا ہے جو ربّ رحمٰن بھی ہے اور قہار بھی۔ فکرِ اقبال میں بہت سے مفکرین کے نام سامنے آتے ہیں۔ اقبال نے ان کے افکار سے استفادہ بھی کیا ہے اور اگر کسی رائے سے مطمئن نہیں ہوئے تو اس سے واضح طور پر اختلاف بھی کیا ہے۔

فراق گورکھپوری کو اقبال کے افکار میں کہیں وحدت ہی دکھائی نہ دی۔ انہوں نے اقبال کی صلاحیتوں پر بھی شدید تنقید کی۔ اقبال کی جرأت اور حوصلہ مندی کی صفت فراق کو کھٹکتی تھی۔ فراق کے نزدیک اقبال کی روحانیت ایسی فکری ورزش تھی جو کرامت نہیں بن سکتی تھی۔ ان کے خیال میں کلامِ اقبال شفا کی صفت سے عاری ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ ایسے کلمات بھی ادا کرتے نظر آتے ہیں جن کے مطابق جو کچھ اقبال نے کہا ہے وہ خلوص سے خالی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک اقبال کے خیالات متناقض اور متضاد بھی تھے مگر پھر بھی یہ کہتے نظر آتے ہیں: "اقبال ہر طرح سے اس کے مستحق ہیں کہ دنیا کے بڑے سے بڑے شاعروں کی صف میں انھیں جگہ دی جائے۔"(۱۸)

ان تمام افکار و نظریات کے باوجود فراق گورکھپوری نے جوش ملیح آبادی کو خط لکھا۔ اس خط میں مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ جوش ملیح آبادی کا ایک انٹرویو جو پوشیدہ رکھا گیا تھا اور جوش کی وصیت کے مطابق اسے جوش کی وفات کے بعد سامنے آنا چاہیے تھا مگر کسی طرح وہ منظرِ عام پر آ گیا۔ فراق گورکھپوری نے بھی اس کا جائزہ لیا۔ اس کے بعد جوش کو ایک تفصیلی خط ارسال کیا۔ جو باتیں جوش نے انٹرویو میں کہی تھیں انہیں فراق نے جوش کی غلطی قرار دیا۔ فراق کی رائے تھی کہ پاکستان میں رہ کر اقبال کی مخالفت کوئی عقل مندی نہیں۔ فراق نے جوش کو لکھا کہ تم اقبال کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ اقبال نے اسلام کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اس کی افادیت میں اعلیٰ درجے کی گہر فشانی بھی کی تھی۔ جوش کا علم اس کے سامنے کچھ بھی نہ تھا۔ عام خیال کیا جاتا ہے کہ جوش دین سے واقف ہی نہ تھے۔ اسلام کی گہرائیوں کا مطالعہ کرنے کے لیے جوش کا علم کم تھا۔ فراق نے جوش کو دہریہ بھی کہا۔ جوش آفاق کے کفر میں گم تھے جب کہ اقبال دین کی ہیشگی سے لب ریز تھے۔ فراق نے اقبال پر جو اعتراضات کیے تھے وہ ان کی نوعیت کو بھی مختلف قرار دیتے تھے۔ فراق کا موقف تھا کہ اقبال نے ملت کی جو شاعری کی ہے میں نے اس پر تنقید نہیں کی۔ اس کی وجہ فراق یہ قرار دیتے تھے کہ وہ اسلامی مسائل سے واقف نہیں۔ ویسے بھی فراق کسی دوسرے کے دینی معاملات میں دخل دینا پسند نہ کرتے تھے۔ ملت کے علاوہ اقبال کی شاعری میں اور بھی بہت کچھ ہے اور اقبال پر جوش کی تنقید ہر اعتبار سے غیر معتبر نظر آتی ہے۔

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جوش کہیں دہریے بن جاتے ہیں اور کہیں مرثیے میں دینی طور پر اپنے جوہر دکھانا شروع کر دیتے ہیں۔ جوش نے مذہب کی تبدیلی سے بھی ادبی فائدہ حاصل کرنا چاہا مگر اس مقصد میں انہیں کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔ علماء کا ایک حلقہ جب ان کے خلاف ہو گیا تو جوش نے اپنی شاعری میں علماء پر بھی لغو کی حد تک تنقید شروع کر دی۔ علماء کا عمامہ، مسواک، فردوسِ بریں میں حوروں کے شوہر، کمر کا گھیر وغیرہ کا

مذاق اڑاتے ہوئے انتہائی سنجیدگی سے یہ تک کہہ ڈالا کہ اہلِ بیت کے خون سے تو اپنے لقمے تر کرتا ہے۔ جوش کے والد کو جب علم ہوا کہ ان کا بیٹا اپنا مذہب بدل چکا ہے تو انہوں نے اپنی تمام جائداد سے جوش کو محروم کر دیا۔ فراق نے جوش کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا تھا: "تم اقبال کو برا کہ کر اقبال سے بلند ہونے کی کوشش نہ کرو کیوں کہ یہ گناہِ عظیم ہے۔" (۱۹)

اگر فراق کو اقبال کی شاعری میں کوئی تضاد نظر آتا تھا تو اس میں بھی عقل و دانش کے بے کراں جواہر پوشیدہ تھے۔ جوش نے بندشِ الفاظ کی نئی راہیں نکالیں۔ ادب کو نہایت گھن گرج کے ساتھ تراکیب کا بہترین سرمایہ فراہم کیا۔ زمانے نے کبھی جوش کو فراموش نہیں کیا۔ اردو ادب میں نئی اور حسین تراکیب کے شہنشاہ جوش ملیح آبادی نے اقبال پر بے جا ادبی الزامات لگا کر کوئی نیا آہنگ فراہم نہیں کیا۔ فراق گورکھپوری کے اعتراضات بھی انتہائی غیر سنجیدہ ثابت ہوئے جو وقت گزرنے کے ساتھ اپنا تاثر کھو بیٹھے۔

حاصلِ کلام یہ کہ فراق گورکھپوری نے شاعری کے میدان میں شہرت حاصل کی۔ عشقیہ شاعری میں اپنا لوہا منوایا۔ اعلیٰ ترین بھارتی اعزازات اور انعامات سے نوازے گئے۔ لفظی نظام کے بحرِ بے کراں سے اشعار کے دریا بہائے۔ تنقید میں بھی زور آزمائی کی۔ اس سب کے باوجود فکرِ اقبال کی وسعتوں تک رسائی نہ پا سکے۔ فراق کے تدبرات اقبال کے معجز نما فکر و فراست کو چھو کر بھی نہ گزر سکے۔ جوش ملیح آبادی کا شمار فراق کے بے تکلف رفقا میں ہوتا تھا۔ اقبال نے جوش کے ساتھ ہمیشہ مہربانی کا برتاؤ کیا۔ ضرورت پڑنے پر جوش کے کام بھی آئے مگر جوش نے فکرِ اقبال کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ فراق نے جوش کے اس رویے کی مذمت کی اور خط لکھ کر جوش کو سمجھایا کہ پاکستان میں رہ کر اقبال کی مخالفت دانش مندانہ رویہ نہیں ہے۔ مجموعی طور پر فراق کبھی بھی اقبال کے افکار اور نظریات کی حمایت کرتے دکھائی نہیں دیتے۔ مضمون کا مطالعہ تحقیق کی نئی راہیں استوار کرے گا اور مستند ماخذوں تک رسائی فراہم کرے گا۔

حوالہ جات

(1) فراق گورکھپوری، "کلیاتِ فراق گورکھپوری کامل"، مرتبہ، ڈاکٹر سید تقی عابدی، (جہلم: بک کارنر، دسمبر 2021) ص:52

(2) گوپی چند نارنگ، "فراق گورکھپوری: شاعر، نقاد، دانشور"، (نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، 2008) ص:43

(3) امیر عارفی، پروفیسر، "فراق اور نئی نسل"، (دہلی: شیروانی آرٹ پرنٹرز، 1997) ص:34

(4) عبدالحق، پروفیسر، "اقبال اور اقبالیات"، (سری نگر: میزان پبلشرز متصل فائر اینڈ ایمرجنسی سروسز ہیڈ کوارٹرس مالو، بار دوم 2009ء) ص:130

(5) گوپی چند نارنگ، مرتب، "فراق گورکھپوری: شاعر-نقاد-دانشور"، ص:43

(6) فراق گورکھپوری، "زاویے"، مرتبہ، عبدالعزیز، (نئی دہلی: ایم-آر پبلی کیشنز، 2005ء)، ص:48

(7) آزاد، جگن ناتھ، کچھ فراق کے بارے میں، مشمولہ، "فراق گورکھپوری"، بہ اہتمام، ایم۔ حبیب خان (علی گڑھ: یوپی بک ڈپو انجمن ترقی اردو ہند 1984ء) ص:25

(8) فخر الاسلام، مفتی، ابتدائیہ، "گلِ نغمہ"، فراق گورکھپوری، (الہ آباد: اسرار کریمی پریس 1959ء) ص:11

(9) حسن عابد، ہمارا موقف، مشمولہ، "ارتقا" فراق نمبر 36، ترقی پسند فکر کا ترجمان، (کراچی: ارتقا مطبوعات، جنوری 2004ء) ص:9

(10)مطرب نظامی،"فراق گورکھپوری:یادوں کے جھروکوں سے"،(لکھنؤ:نامی پریس،اشاعت دوم،1988ء)ص:276

(11)اقبال،مکتوب بنام مہاراجہ کشن پرشاد،"کلیاتِ مکاتیب اقبال"،جلد دوم،مرتبہ،سید مظفر حسین برنی،(دہلی:اردو اکادمی،1991ء) ص:503

(12)مہدی نقوی حجاز،اقبالؔ جوش کی نظر میں!،اردو محفل،آن لائن،6جولائی2013ء
https://www.urduweb.org/mehfil/threads/%D8%A7%D9%82%D8%A8%D8%A7%D9%84%D8%94-%D8%8C-%D8%AC%D9%88%D8%B4%D8%94-%DA%A9%DB%8C-%D9%86%D8%B8%D8%B1-/%D9%85%DB%8C%DA%BA.65465

(13)عبدالحق،پروفیسر،"اقبال اور اقبالیات"،ص:21

(14)فراق گورکھپوری،"من آنم"،مدیر نقوش،محمد طفیل کے نام خطوط،(لاہور:ادارہ فروغ اودو،1962ء)ص:19

(15)اقبال،"بکھرے خیالات"،مرتبہ،ڈاکٹر جاوید اقبال،مترجم،پروفیسر عبدالحق،(نئی دہلی:اصیلا آفسیٹ،دریا گنج،2015ء)ص:92

(16)اقبال،"بکھرے خیالات"،مرتبہ،ڈاکٹر جاوید اقبال،مترجم،پروفیسر عبدالحق،ص:60

(17)مطرب نظامی،"فراق گورکھپوری:یادوں کے جھروکوں سے"،ص:279

(18)مطرب نظامی،"فراق گورکھپوری:یادوں کے جھروکوں سے"،ص:282

(19) فراق گورکھپوری،خط بنام جوش ملیح آبادی،مشمولہ،"فراق گورکھپوری: چند یادیں چند باتیں"،مرتب،معظم علی، (جے پور: راجھستان اردو اکادمی،دسمبر2019ء)ص:218

References

1. Firaq Gorakhpuri, "Kaliat-i Firaq Gorakhpuri Kamil", Martaba, Dr. Syed Taqi Abidi, (Jehlum: Book Corner, December 2021) p. 52
2. Gopichand Narang, "Faraq Gorakhpuri: Poet, Critic, Intellectual", (New Delhi: Sahitya Akademi, 2008) p: 43
3. Ameer Arifi, Professor, "Firaq or nai nasal ", (Delhi: Sherwani Art Printers, 1997) p: 34
4. Abdul Haq, Professor, "Iqbal or Iqbaliyat", (Srinagar: Meezan Publishers, Matsil Fire and Emergency Services Headquarters, Batta Malu, second edition, 2009) p. 130
5. Gopichand Narang, Compiler, "Firaq Gorakhpuri: Poet-Critic-Intellectual" p: 43
6. Firaq Gorakhpuri, "Zawye", Martaba, Abdul Aziz, (New Delhi: M-R Publications, 2005), p: 48
7. Azad, Jagannath, Kuch faraq k baray me, including "Firaq Gorakhpuri", edited by M. Habib Khan (Aligarh: UP Book Depot Anjuman Praghi Urdu Hind 1984) p. 25
8. Fakhrul Islam, Mufti, Ibtadayah, "Gul-e-Naghma", Faraq Gorakhpuri, (Allahabad: Israr Karimi Press, 1959) p. 11

9. Hasan Abid, Hamara Moaqaf, Including, "Irtqa" Faraq No. 36, (Karachi: Al-Eluwa Publications, January 2004) p. 9
10. Matrab Nizami, "Faraq Gorakhpuri: Yadon k jharokon say", (Lucknow: Nami Press, Ishaat II, 1988) p: 276
11. Iqbal, Maktoob benam Mah Raja Kishan Parshad, "Kuliat-e- Makatib-e-Iqbal", Volume II, Martaba, Syed Muzaffar Hussain Barni, (Delhi: Urdu Akademi, 1991) p. 503
12. Mehdi Naqvi Hijaz, Iqbal josh ki nazar me!, Urdu Mahfil, online, 6 July 2013.
13. Abdul Haq, Professor, "Iqbal or Iqbaliyat", p.: 21
14. Firaq Gorakhpuri, "Man Anam", Madir Naqosh, Letters to Muhammad Tufail, (Lahore: Udo Development Institute, 1962) p. 19
15. Iqbal, "Bikhray Khayalat", Martaba, Dr. Javed Iqbal, translator, Professor Abdul Haq, (New Delhi: Asila Offset, Daryaganj, 2015) p.92
16. Iqbal, " Bikhray Khayalat ", Martaba, Dr. Javed Iqbal, translator, Prof. Abdul Haq, p: 60
17. Matrab Nizami, "Firaq Gorakhpuri: Yadon k jharokon say ", p: 279
18. Matar B Nizami, "Firaq Gorakhpuri: Yadon k jharokon say ", p: 282
19. Firaq Gorakhpuri, letter to Josh Malihabadi, including, "Faraq Gorakhpuri: Chand yaden chand baten", compiled by Mozam Ali, (Jaipur: Rajasthan Urdu Academy, December 2019) p. 218